جدوجہد آزادئ ہند اور اردو ادب

مرتب: ڈاکٹر ارشاد احمد خان
(صدر شعبہ اردو، این ایس بی کالج ناندیڑ)

زیر اہتمام:
شعبہ اردو، نیتاجی سبھاش چندر بوس کالج، ناندیڑ (مہاراشٹرا)

© جملہ حقوق بحق شعبہ اردو این ایس بی کالج، ناندیڑ محفوظ

Copy right c Principal / Head Department of Urdu

Netaji Subhashchandra Bose College, Nanded

Jaddo Jahed Azadi-e-Hind Aur Urdu Adab

Edited by : Dr. Irshad Ahmed Khan

Year of Publication : 2023

ISBN : 978-93-5786-332-2

کتاب : جدو جہد آزای ہنداور اردو ادب

مرتب : ڈاکٹر ارشاد احمد خان

صدر شعبہ اردو، این ایس بی کالج، ناندیڑ (مہاراشٹرا)

اشاعت : 2023ء

تعداد : 300

قیمت : 350/-

کمپوزنگ : اسماک آرٹس اینڈ گرافکس، ناندیڑ

سرورق : اسماک آرٹس اینڈ گرافکس، ناندیڑ

پبلشر : اسماک پبلی کیشنز، ناندیڑ

فہرست

احوال واقعی	ڈاکٹر ارشاد احمد خان	06
جدوجہد آزادی ہند اور اردو ادب	ڈاکٹر مزمل سرکھوت	08
جدوجہد آزادی ہند میں اردو شعراء کا کردار	ڈاکٹر قاضی نوید	15
جدوجہد آزادی ہند میں اردو صحافت کا کردار	پروفیسر نسیم بیگم	31
جدوجہد آزادی ہند میں علماء کا کردار	ڈاکٹر شاہد احمد	37
اردو اور ہندی ناولوں پر تقسیم ہند کے اثرات	ڈاکٹر عبداللہ امتیاز	55
جدوجہد آزادی ہند میں اردو ادب کا کردار	ڈاکٹر شیخ اصغر	81
جدوجہد آزادی ہند اور اردو شاعری	شیخ ہما کوثر	86
جدوجہد آزادی ہند اور اردو شاعری	ڈاکٹر شائستہ تبسم	93
جدوجہد آزادی ہند اور اردو زبان و ادب	ڈاکٹر عزیز سہیل	97
تقسیم ہند اور خواتین افسانہ نگار	ڈاکٹر نزہت پروین	103
جدوجہد آزادی ہند میں ہمدرد کا رول	ڈاکٹر شیخ فاروق	108
جدوجہد آزادی ہند اور اردو شاعری	ڈاکٹر شاہد زیدی	120
تحریک آزادی ہند، اردو اور ہندوستانی سنیما	ڈاکٹر شکیل احمد	132

جدوجہد آزادی ہند میں ہمدرد کا رول

ڈاکٹر شیخ فاروق باشا
لکچرار، شعبہ اردو، گورنمنٹ ڈگری کالج،
رائے چوٹی، آندھرا پردیش

تحریک آزادی میں صحافت نے اہم رول ادا کیا ہے۔ خصوصاً اردو صحافت نے ہندوستان کو آزادی دلانے میں فیصلہ کن اور موثر رول انجام دیا ہے۔ اردو صحافت کا سفر ''جام جہاں نما'' کلکتہ 1822ء سے شروع ہوتا ہے۔ اردو صحافت اپنے ابتدائی دور سے ہی فرنگی حکومت کے عتاب کا شکار رہی۔ نامساعد اور ناموافق حالات میں بھی اس نے امید کا دامن ترک نہیں کیا اور منزل مقصود کی طرف گامزن رہی۔ ملک کی سیاسی سماجی، معاشی، تعلیمی اور مذہبی موضوعات اردو صحافت کی ترجیحات میں شامل ہیں۔ حکومت جس اخبار کو بھی اپنے خلاف علم بغاوت بلند کرتے ہوئے پاتی اس اخبار کی یا تو ضمانت ضبط کر لیتی یا اس کو شدید نقصان سے دوچار کر دیتی، اس طرح انگریز مخالف اخبار زمانہ کا شکار ہو جاتے۔ ابتدائی دور میں اردو اخبارات کا رجحان سیکولر تھا لیکن دھیرے دھیرے ان میں مذہبیت، وطنیت اور قومیت کے عناصر فروغ پانے لگے۔ بیسویں صدی میں انگریزوں کے نظام کے خلاف اردو اخباروں کی آواز شدت اختیار کرتی گئی جس کی بدولت ملک کے ممتاز اردو صحافیوں کو جسمانی اذیتوں اور مالی پریشانیوں سے دوچار ہونا پڑا۔ بیسویں صدی کے جن اخبارات نے تحریک آزادی کو مستحکم کرنے میں نمایاں کردار انجام دیا ان میں

حسرت موہانی کا ''اردوئے معلی'' مولانا آزاد کا الہلال، مولانا ظفر علی خاں کا زمیندار اور مولانا محمد علی جوہر کا ''ہمدرد'' اہمیت کے حامل ہیں۔

مولانا محمد علی جوہر کو اس حیثیت سے اپنے معاصرین مدیران اخبار پر امتیاز حاصل ہے کہ انہوں نے انگریزی اور اردو دونوں زبانوں میں اخبار جاری کیا۔ جنوری 1911ء میں کلکتہ سے انگریزی میں کامریڈ اخبار جاری کیا جو دیکھتے ہی دیکھتے ملک کا مقبول ترین اخبار بن گیا۔ مولانا محمد علی جوہر انگریزی زبان میں خداداد صلاحیت کے حامل تھے۔ کامریڈ کو انہوں نے اعلی معیار بخشا۔ کامریڈ کے اسلوب پر انگریز بھی فریفتہ تھے۔ مولانا نے کامریڈ کے ذریعہ ہندوستانی عوام کی آواز ایوان حکومت تک پہنچانے کی کوشش کی۔ قومی اتحاد حب الوطنی اور جذبہ حریت کو فروغ دیا۔ مولانا محمد علی جوہر فروری 1913ء میں دہلی سے روزنامہ ہمدرد اردو زبان میں جاری کیا جس نے تحریک آزادی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اس کے علاوہ اس اخبار نے قومی اتحاد کو فروغ دینے اور مسلم قوم کو ایک مرکز پر جمع کرنے اور اردو ادب کے دائرے کو وسعت دینے میں اہم رول ادا کیا۔

ہندوستان کو انگریزوں کی غلامی سے نجات دلانے کے لیے ہمدرد نے شروع ہی سے انگریز حکومت کے خلاف جارحانہ اور مخالفانہ رویہ اپنایا۔ ہمدرد نہ صرف ایک اخبار تھا بلکہ وہ ایک انقلاب بھی تھا۔ وہ نوجوانان ہند کو انقلاب کی دعوت دیتا حصول آزادی کے لیے انھیں اُبھارتا۔ مولانا جانتے تھے کہ اگر نوجوان طبقہ میں آزادی کی فکر اور شعور آ جائے تو ہندوستان کو آزاد ہونے سے دنیا کی کوئی طاقت روک نہیں سکتی، وہ نوجوانوں کو ایک پرچم تلے جمع ہونے اور پورے اہتمام اور تنظیم کے ساتھ آگے

بڑھنے کی دعوت دیتے۔ اور ہندوستانی نوجوانوں کو خوابِ غفلت سے بیدار کرنے کے لیے مضامین لکھتے۔ چنانچہ ۱۶/اپریل ۱۹۲۸ء کے ہمدرد میں "آزادیِ ہند" کی جدوجہد، نوجوانانِ ملک کے فرائض" کے عنوان سے لکھتے ہیں:

"مصر اور چین کے طلبہ کی سرفروشانہ جدوجہد کی داستانیں ہم روز سنتے رہے ہیں لیکن ہندی نوجوانوں کا جمِ غفیر، الا ماشاءاللہ فرائض سے یک سر غافل اور بے پرواہ ہے اور نہ صرف غافل و بے پرواہ ہے بلکہ غیر ملکی حکومت کی محکومی کے علاوہ دماغی اور ذہنی غلامی اور مغربی فیشن کی سب سے بڑی لعنت میں گرفتار ہے۔ برطانیہ کا ہندوستان پر تسلط ، اس کی فوجوں، سامانِ حرب، مشین گنوں اور طیاروں سے اور کہیں زیادہ آزادیِ ملک کے لیے مہلک اور خوفناک وہ سرکاری درس گاہیں اور یونیورسٹیاں ہیں جن میں ہندی نوجوانوں کے دل و دماغ کو یورپ اور بالخصوص برطانیہ کی ذہنی اور دماغی غلامی کی زنجیروں سے جکڑا جاتا ہے۔ یوروپین تہذیب و تمدن اور طریق معاشرت کی وقعت ان کے دلوں میں پیدا کی جاتی ہے اور یہ اسی تعلیم و تربیت کا نتیجہ ہے کہ جن لوگوں پر اس کا زہر زیادہ چڑھ گیا وہ ملکی آزادی کی تحریک کے متعلق کبھی سوچتے بھی ہیں تو اپنے غیر ملکی معلموں کے دماغ سے اور اس پر نظر ڈالتے بھی (ہیں) تو اُن ہی کی آنکھ سے)

آگے مسلمانانِ ہند کے نوجوانوں کو عار دلاتے ہوئے لکھتے ہیں:

"پھر یہ کیا ہے کہ ہندوستان کے نوجوان مسلمان آج یوں محو خواب ہیں۔ ان میں کوئی حس و حرکت نہیں۔ مصری نوجوانوں کے دلوں میں جوشِ وطنی لہریں مارے، افغانستان، ایران اور ترکی نوجوان اپنے کارناموں سے دنیا کو متحیر و مبہوت کر دیں، چین کے نوجوان مسلمان اپنے دیگر ابنائے وطن کے ساتھ وطنی آزادی کے حصول میں دوش بدوش ہوں، روس کے مسلمان میدانِ عمل میں سرگرمِ کار ہوں، ریف و مراکش، تونس و الجیریا، ہر جگہ جنبش و حرکت کے آثار ہوں، مگر بے حسی اور مُردنی چھائی ہو تو ہندی مسلمانوں کے نوجوان طبقہ پر۔

شاہیں و درّاج سب اوج پر ہیں
مگر ایک ہم ہیں کہ بے بال و پر ہیں

انگریز حکومت ہندوستانی عوام پر جب کبھی ظلم و زیادتی اور ناانصافی کرتی مولانا ڈھال بن کر کھڑے ہو جاتے اور ہمدرد میں اس کے خلاف کھل کر آواز اُٹھاتے۔ باردولی کے کسانوں سے حکومت زاید لگان اُصول کرنا چاہتی تھی تو مولانا نے حکومت کی اس ناانصافی کو للکارا۔ ۲۸/مئی ۱۹۲۸ء کے ہمدرد میں "باردولی میں ستیہ گرہ" کے عنوان سے لکھتے ہیں:

باردولی کے کسانوں اور کاشت کاروں کے ساتھ حکومت کی جانب سے جو کچھ کیا جا رہا ہے وہ ظلم و برائی اور جبر و تشدد کا کھلم کھلا مظاہرہ ہے۔ حکومت اپنی قوت اور استبداد سے چاہتی ہے کہ ان

غریب کاشت کاروں سے مال گذاری زیادہ وصول کرے جس کو وہ بہ مشکل ادا کر سکتے ہیں۔ ملک کا شاید ہی کوئی سمجھدار فرد ایسا ہو جو حکومت کی ان جابرانہ کارروائیوں کو بہ نظر استحسان دیکھے۔ اس ناروا کارروائی کی لمحہ بھر کے لیے بھی کوئی سمجھدار شخص تائید نہیں کرسکتا، چہ جائیکہ ان جائیدادوں کو جا کر خرید نا پسند کرے جو اس ظلم اور زبردستی کی جنگ میں غریب کاشتکاروں کے ہاتھ سے چھینی جارہی ہے۔ جو لوگ ایسا کریں گے وہ یقیناً حکومت کی ظالمانہ کارروائیوں کے لیے آلۂ کاربن کر اثـم وعـدوان کی صریح معاونت کریں گے۔

مولانا محمد علی چاہتے تھے کہ مسلمان قومی دھارے میں شریک رہیں اور اپنے جائز حقوق حاصل کریں۔ اور کانگریس میں شریک ہو کر سوراج کے حصول کے لیے کوشاں رہیں۔ انفرادی محنت اور انگریزوں سے منت سماجت نہ مسائل کا حل ہے اور نہ اس سے حقوق حاصل کیے جاسکتے ہیں۔ صرف حقوق حاصل کرنے کی خواہش رکھنے سے کوئی فائدہ نہیں اس کے لیے تڑپ اور جستجو کی ضرورت ہوتی ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کے حقوق کے تعلق سے ہمدرد میں لکھتے ہیں:

''دنیا میں بغیر طلب کے کوئی بھی چیز نہیں ملا کرتی۔ جہد و کوشش ہر غرض کے حصول کے لیے ضروری ہے اور پھر یہی کوشش جس قدر موزوں اور مناسب طریقے پر کی جائے گی اسی قدر جلد اور بہتر نتائج مرتب ہوں گے۔ بغیر طلب کے بچے کو بھی دودھ نہیں

ملتا، ماں اسے اسی وقت دودھ پلاتی ہے جب وہ مانگتا ہے اور روتا ہے۔ یہی حال دنیا میں سیاسی حقوق کا ہے۔ کمزور اور محکوم قوموں کو بھی ان کے حقوق اس وقت تک ہرگز نہیں ملتے جب تک وہ جدوجہد نہیں کرتیں''۔

مولانا نے مسلمانوں کو کانگریس میں شامل ہونے کی ترغیب دلائی کیونکہ اس وقت کانگریس ہی ملک کی سب سے بڑی پارٹی تھی اور تقریباً ملک کے جید علماء و دانشور سبھی کانگریس سے منسلک تھے۔

انگریزی حکومت ہمیشہ یہ باور کراتی تھی کہ ہندوستانی ابھی حکومت سنبھالنے کے اہل نہیں ہیں اور ان کے اندر زمام اقتدار کو ہاتھ میں لینے کی صلاحیت نہیں ہے۔ اس طرح وہ اپنا اُلو سیدھا کرتے تھے۔ چنانچہ مولانا محمد علی ہمدرد میں ''کیا ہم سوراج کے لائق نہیں ہیں'' کے عنوان سے حکومت کی بہانہ بازی پر راست تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

کسی بچے سے یہ کہنا کہ تم ابھی پڑھنا نہیں جانتے اس لیے تمہارے ہاتھ میں کتاب نہیں دی جاسکتی، صحیح اُصول نہیں ہے۔ کسی کو تیرنا سیکھنے کے لیے پانی میں گھسنے سے اس عذر پر روکنا کہ وہ تیرنا نہیں جانتا کہاں کی عقل مندی ہے؟ ایک بڑھئی کے لڑکے سے یہ کہنا کہ جب تک تمہیں کام نہ آجائے آری بسولے کو ہاتھ نہ لگاؤ ایک ایسا فعل ہوگا جس پر بے وقوفوں کو بھی ہنسی آجائے۔ پڑھنا اسی وقت آسکتا ہے جب ہاتھ میں کتاب ہو۔

تیرنا ہم اسی وقت سیکھ سکتے ہیں جب پانی میں گھسیں اور معمار یا
نجار اسی وقت بن سکتے ہیں جب اوزروں سے کام لیں۔ اگر
متذکرہ بالا اُمور مسلم ہیں تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہم بغیر
حکومت کیے کبھی بھی حکومت کے اہل ہو سکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ
اس کا جواب یہی ہوگا کہ کبھی نہیں''۔

مزید لکھتے ہیں:

''ہمیں اس بہلاوے میں رکھنا کہ ابھی ہم میں سوراج کی
قابلیت نہیں پیدا ہوئی ہے ایک صریح دھوکہ ہے۔ سوراج کی
قابلیت ہر انسان کے ساتھ پیدا ہوتی ہے اور جس طرح ورزش
سے جسم اور تعلیم سے دماغ ترقی پاتا ہے، اسی طرح اپنے ملک کا
خود انتظام کرنے سے وہ بھی نشو ونما حاصل کیا کرتی ہے۔ سوراج
کی قابلیت پیدا ہونے کا انتظار کرنا، دوسرے لفظوں میں قیامت
کا انتظار کرنا ہے۔ دوپہر کے وقت اگر کوئی شخص سورج نکلنے کا
منتظر ہو تو اس کی حماقت پر کسے ہنسی نہ آئے گی؟ جو قابلیت کہ
قدرتاً ہر انسان کے ساتھ پیدا ہوتی ہے اس کے پیدا ہونے کا
انتظار کرنا کچھ اس سے کم مضحکہ خیز نہیں ہے''۔

ہمدرد نے سول نافرمانی اور ترک موالات تحریک کی کھل کر تائید کی اور اس تائید
میں مضامین بھی شائع کئے۔ ترک موالات کی تحریک کے بارے میں ہمدرد لکھتا ہے:

''ترک موالات کی تحریک نے حقیقتہً اعجاز کر دکھایا ہے کہ اتنی

قلیل مدت میں ہندوستان کے ایک سرے سے لے کر دوسرے
سرے تک آزادی وحریت کی ضرورت واہمیت دل نشین کر دی
ہے، اور ایک کان بھی ایسا نہیں ہے جو حریت وآزادی کے لفظ
سے آشنا نہ ہو، یعنی ایک عام احساس بیداری کے آثار وعلائم ہر
طرف نظر آتے ہیں اور سب سے زیادہ اہم امر یہ ہے کہ اس
گدایانہ خوئے عجز ونیاز کا دور یک قلم ختم ہو گیا ہے، اور ایک عام
خود اعتمادی کے عہد کا آغاز ہو گیا ہے۔ اب لوگوں کو عرض و
معروضہ پر بھروسہ نہیں''۔ (۱۰۹) صباح الدین، انتخاب ہمدرد،
لکھنو، ۱۹۸۸، ص ۱۳۲

''چرخہ اور کھدر'' کے عنوان سے ایک مضمون ہمدرد میں شائع ہوا جس میں
ہندوستانی عوام کو اس بات کی ہدایت دی گئی کہ وہ انگریز مصنوعات کا بائیکاٹ کریں
اور انگریز کے تیار کردہ ملبوسات کے استعمال سے احتراز کریں۔ اس کے متبادل چرخہ
کاتیں اور کھدر کا کپڑا تیار کریں۔ خود مکتفی ہو کر انگریزوں کے مصنوعات کا مکمل
بائیکاٹ کریں۔ چنانچہ ہمدرد لکھتا ہے:

''دشمن کی مدد نہ دینے کا جو مسلمہ اُصول ہے اُس کے ماتحت کپڑے
کا مقاطعہ سب سے اہم اور وزنی چیز ہے۔ انگلستان میں ذرائع
سے ہم کو روز بروز مفلس بنا رہا ہے۔ وہ لنکا شائر کی تجارت ہے۔ کم
از کم ساٹھ کروڑ روپے ہر سال ہماری جیبوں سے نکل جاتا ہے۔
اگر ہم اس کو روک سکیں تو یہ ایک ایسی ضرب ہوگی کہ انگلستان اُس

کو بغیر محسوس کیئے نہیں رہ سکتا۔ اس سے اُن کو یہ معلوم ہو جائے گا
کہ اب ہندوستانی مصمم ارادہ کر چکے ہیں کہ اقتصادی غلامی سے
نجات حاصل کر لیں گے"۔(۱۱۰) ایضاً ص ۸۲

انگریز اور ان کی سیاسی چالوں کو ہمدرد نے جس جرأت اور بہادری سے پیش کیا وہ تاریخ صحافت کا ایک اہم باب ہے۔ اس لیے جلیان والہ باغ کا قائل گورنر پنجاب مائکل ایڈ وائر کو کہنا پڑا:

"ظفر علی خاں اور محمد علی جو ہر ماں کے پیٹ سے بغاوت کا قلم لیکر
نکلے ہیں۔ انگریز دشمنی ان کی فطرت میں شامل ہے۔ کوئی عام
منصوبہ شروع کرنے سے پہلے ان کو گرفتار کرنا ضروری ہے"۔

مولانا محمد علی انگریزوں سے کبھی مرعوب نہیں ہوئے۔ اُلٹا اُنھوں نے انگریزوں کو مرعوب کیا۔ کامریڈ اور ہمدرد کے ذریعہ اُنھوں نے انگریزوں کی شاطرانہ چالوں اور ان کی عیاری و مکاری کو بے نقاب کیا۔ کیونکہ وہ انگریزوں کی خو بو سے اچھی طرح واقف تھے۔

حکومت برطانیہ کی پالیسی تھی کہ ایک وائسرائے مزاج کا تیز اور گرم ہو تو دوسرا نرم لیکن دونوں کی پالیسی یہ ہوتی کہ ایک مارتا، دوسرا سہلاتا۔ ایک دھول لگاتا اور رلاتا، دوسرا تھپکی دیتا اور سہلاتا۔ محمد علی نے ہندوستانی عوام کو ان کے دھوکہ میں نہ آنے کا بار ہا مشورہ دیا۔ لارڈ ارون ایک نرم دل وائسرائے ضرور تھا لیکن عیار اور مکار تھا اس کی عیاری اور مکاری سے عوام کو ہوشیار کراتے ہوئے مولانا ہمدرد میں لکھتے ہیں:

"بہر حال اگر نرم دل، نیک نہاد، خلق مجسم لارڈ ارون ہم
ہندوستانیوں سے فرماتے کہ بڑے ضدی ہو، تم بڑے مفسد ہو، تم
نے ہمارا ناک میں دم کر دیا ہے، تم نے دن کا چین اور رات کی
نیند حرام کر دی ہے، تم کشتنی و گردن زدنی ہو، ہمارا بس چلے تو ہم
تمہیں کچا ہی چبا ڈالیں لیکن کوئی کہاں تک تم سے لڑے جھگڑے
، تم ہمارا دماغ چاٹ گئے، لو یہ تمہارا سوراج اب دفع ہو یہاں
سے، ہٹو ہمارے سامنے سے، پھر اپنا کالا منہ ہمیں نہ دکھانا۔ خدا
تمہیں غارت کرے، تم سوراج لے ہی کے ٹلے تو ہم سے قسم لو
جو برا مانتے۔ ہم خوشی خوشی ان کے در دولت سے چلے جاتے اور
پھر کبھی ان کی دہلیز پر قدم نہ دھرتے اور ان کی گالیوں کے جواب
میں کہتے

بدم گفتی و خورسندم عفاک اللہ نکو گفتی
جواب تلخ می زیبد اب لعل شکر خارا

(۱۱۱)

سرور محمد، مضامین محمد علی، دہلی ۱۹۳۸ء ص ۳۱۸

یہ لارڈ ارون کی ابتدائی سادہ لوحی نہیں ہے بلکہ انتہائی ہوشیاری ہے۔

جدوجہد آزادی کی راہ میں ہر قدم پر مولانا نے انگریزوں کی مخالفت کی۔ سائمن کمیشن کی اُنھوں نے کھل کر مخالفت کی اور اس کے خلاف احتجاج کرنے میں پیش پیش رہے۔ چنانچہ ہمدرد میں "لو وہ کمیشن بھی مقرر ہوا" کے عنوان سے ایک

طویل مضمون لکھا جس میں انگریزوں کی مکارانہ ذہنیت سے پردے ہٹائے۔

مولانا محمد علی ان اخبار نویسوں کی بھی خوب خبر لیتے جو حکومت کے کٹھ پتلی بنے ہوئے تھے۔ چنانچہ ہمدرد میں لکھتے ہیں:

> دہلی میں ایک گروہ ہے جو نہ مرد ہے نہ عورت لیکن جب کسی عورت کے بچہ ہوتا ہے تو یہ تالیاں اور ڈھولک بجاتے مبارک باد دینے کے لیے دروازے پر ضرور حاضر ہوتے ہیں۔ یہی حال ان اخبار نویسوں کا ہے جو خود بھی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہتے ہیں اور دوسروں کو بھی اسی کی تعلیم دیتے ہیں مگر اُمیدوں سے لبریزی کا یہ حال ہے کہ ہر کالم پر توقعات کا پیالہ چھلکتا رہتا ہے اور پیشن گوئیوں سے اخبار پڑھنے والی دنیا کا جی خوش کیا کرتے ہیں کہ ع
>
> اب ہوئی بیٹی اب ہوا بیٹا
>
> (۱۱۲) ایضاً ص ۳۰۲

مولانا محمد علی نے ہمدرد کے ذریعہ مسلمانوں کو حصول آزادی کے لیے اُٹھ کھڑے ہونے کی دعوت دی۔ اگلی قوموں کے واقعات سنا کر ان کے اندر جذبۂ آزادی پیدا کیا۔ اس سلسلہ میں ہمدرد نے مسلمان اور آزادی کے عنوان سے مضامین کا ایک سلسلہ شروع کیا۔ جس میں حضرت یوسفؑ کا واقعہ، بنو اسرائیل کی غلامی اور حصول آزادی کی جدوجہد پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی۔ ان تاریخی حوالوں کا مقصد صرف یہ تھا کہ غلامی کی زندگی کسی کے لیے بھی مناسب نہیں۔ نہ ہندوستان کے لیے

اور نہ ہی دوسرے ممالک کے لیے۔ غلامی کی لعنت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''......انسان اور دیگر حیوانات میں جو چیز مابہ الامتیاز ہے وہ عقل ہے اسی لئے ذوی العقول کے لئے دنیا کی وہی تقسیم صحیح اور منطقی کہلائی جاسکتی ہے جو ان عقائد مذہبی کے مطابق کی جائے جو انسان اپنی عقل پر زور ڈال کر اپنے لئے طے کرتے یا کم از کم طے کر سکتے ہیں۔ (۱۱۳) ایضاً ۴۵۷

خدائے واحدہ لاشریک کی غلامی نے سب کو قید و بند سے آزاد کر دیا۔ تحریک آزادی کے ہیر موڑ پر ہمدرد پیش پیش رہا، جذبۂ حریت کو فروغ دینے میں وہ اپنے معاصر اخباروں میں کسی سے پیچھے نہ رہا اور اپنے مختصر دور اشعات میں ہندوستان کی آزادی کے لیے اپنے آپ کو قربان کر دیا۔

☆☆☆☆☆